24 ۔ یہ فخر تو حاصل ہے، بُرے ہیں کہ بھلے ہیں

ادا جعفری

شعر 1

یہ فخر تو حاصل ہے، بُرے ہیں کہ بھلے ہیں
دو چار قدم ہم بھی، تیرے ساتھ چلے ہیں

مفہوم:

ہم بُرے ہیں یا بھلے۔ ہمیں یہ فخر حاصل ہے کہ کچھ عرصہ محبوب کی رفاقت نصیب رہی۔

تشریح:

ادا جعفری معروف غزل گو شاعرہ ہیں۔ وہ جدید لہجے میں غمِ جاناں اور غمِ دوراں کو منظوم کرتی ہیں۔ شاعرہ کو اپنے محبوب کے ساتھ چند قدم چلنے پر فخر ہے۔

اُردو شاعری کی ایک عجیب سی روایت ہے جس میں محبوب کو انتہائی اونچا مقام حاصل ہے۔ یہ ایسی ہستی ہے جو خود کو ہر عیب سے بری قرار دیتی ہے۔ لیکن اس کے مقابلے پر اس کے چاہنے والوں کا نہ کوئی مقام ہے، نہ شناخت ہے، نہ کوئی عزت و آبرو ہے۔ شاعرہ نے محبوب کے مقابلے پر خود کو بہت ہی کم تر حیثیت میں پیش کیا ہے۔ اور اُس کی تمام تر کوتاہیوں کو اپنی ذات سے وابستہ کر کے اُسے ہر قسم کی خطا اور جرم سے مبرّا قرار دے دیا ہے اگر محبوب بے وفائی کرے تو روا، ظلم کرے تو جائز، بے اعتنائی برتے تو درست بس کبھی کبھار چاہنے والوں کی طرف نظرِ کرم کرے تو، تو یہ اُن کے لیے بہت بڑا اعزاز، انعام اور عزت افزائی ہے۔

شاعرہ کو اپنی کم مائیگی اور اپنے محبوب کے بلند مقام کا احساس ہے۔ وہ کھلے لفظوں میں تسلیم کرتی ہے کہ اس زمانے میں اس کی اہمیت نہیں ہے، چاہے اسے کوئی جانتا ہے یا نہیں اسے اس سے کوئی غرض نہیں ہے۔ اسے صرف فخر اس بات پر ہے کہ اس نے محبوب کے ساتھ چند گھڑیاں گزاری ہیں۔ اس کی ساری زندگی کا حاصل اور قیمتی سرمایہ وہی لمحات ہیں جو اس نے محبوب کے ساتھ گزارے ہیں۔

حضرت شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں کہ کسی نے مٹی سے پوچھا کہ کیا وجہ ہے کہ تجھ سے خوشبو آ رہی ہے؟ وہ بولی میں ناچیز مٹی ہوں، لیکن کچھ عرصہ مجھے پھول سے ہم نشینی یعنی محبت کا موقع ملا۔ اس محبت کا رنگ چڑھ گیا ہے ورنہ میں تو مٹی ہوں۔

شاعرہ کہتی ہے کہ اگرچہ میری ذات پہ نکتہ چینی کی گئی ہے، مجھے بہت بُرا بھلا کہا گیا کہ میں اس کے معیار کی نہیں ہوں۔ میرا سماجی مقام اس کا سا نہیں۔ میرا طبعی مزاج اس سے مطابقت نہیں رکھتا۔ میں جاذبیت کے خواص نہیں رکھتی وغیرہ۔ ان باتوں سے قطع نظر کہ میں کیا ہوں۔ بری ہوں یا بھلی ہوں۔ مجھے تو اس بات پہ فخر ہے کہ مجھے اس کا ساتھ نصیب رہا۔ محبت ہے ہی لاحاصل۔ لوگ تو محبوب کی نظرِ کرم کو ترستے ہیں۔ محبت حاصل کرنے میں ناکام رہتے ہیں۔ محبوب ان سے ہم کلام نہیں ہوتا۔ میں تو خوش نصیب ہوں جسے محبوب کا ساتھ کچھ مدّت حاصل رہا ہے۔ یہ عرصہ میرا سرمایہ حیات ہے۔ وہ ہمیشہ نہ سہی کچھ عرصہ تو میرے ساتھ رہا ہے۔ بقول شاعر

ہماری تو ایک زندگی تھی تمہارے نام کر دی

تمہاری یہ ضد ہے کہ تمہارے معیار کا کوئی نہیں

شعر 2

جلنا تو چراغوں کا مقدر ہے ازل سے
یہ دل کے کنول ہیں کہ بجھے ہیں نہ جلے ہیں

مفہوم:

چراغوں کے مقدر میں تو ازل سے جلنا لکھا ہے لیکن میرے دل کے کنول نہ بجھتے ہیں نہ جلتے ہیں۔

تشریح:

ادا جعفری معروف غزل گو شاعرہ ہیں۔ وہ جدید لہجے میں غمِ جاناں اور غمِ دوراں کو منظوم کرتی ہیں۔

زیرِ تشریح شعر میں وہ کہتی ہیں کہ روزِ اول سے چراغوں کے مقدر میں جلنا لکھ دیا گیا ہے مگر دل کے کنول نہ جلتے ہیں اور نہ بجھتے ہیں۔

جلنا تو چراغوں کا مقدر ہے، اس سے دو مفہوم ملتے ہیں ایک یہ کہ میرے دل کو کسی پل چین اور سکون نہیں ملتا۔ دوسرا میرا دل نہ تو آرزوؤں سے بیگانہ ہو کر بجھتا ہے یعنی بے جان ہوتا ہے اور نہ ہی آرزوؤں کے مکمل ہونے کی وجہ سے جل کر راکھ ہوتا ہے یعنی ہر وقت سلگتا رہتا ہے یعنی خواہشات پوری بھی نہیں ہوتیں اور ختم بھی نہیں ہوتیں۔

رہنے دو کہ اب تم بھی مجھے پڑھ نہ سکو گے
برسات میں کاغذ کی طرح بھیگ گیا ہوں

اس شعر کا دوسرا مفہوم یہ ہے کہ دل ایک چراغ کی مانند ہے اور روزِ اوّل سے اس کی تخلیق کا مقصد صرف یہ تھا کہ اس چراغ میں عشقِ حقیقی کا شعلہ جلتا رہے لیکن میرے دل کا چراغ نہ جلتا ہے نہ بجھتا ہے یعنی عشقِ حقیقی کا شعلہ غمِ روزگار کی وجہ سے نہ روشن ہوتا ہے اور نہ فطری رغبت اسے بجھنے دیتی ہے۔

بعض لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جو ان دونوں صورتوں میں سے کسی بھی صورتِ حال سے دوچار نہیں ہوتے۔ ایسی ہی صورت میں اس شعر کے مطابق ہماری شاعرہ بھی نظر آ رہی ہے۔ اُس کے خیال میں چراغوں کی قسمت میں تو ابتداء ہی سے جلنا لکھا ہے اور وہ جلتے ہیں خواہ کسی بے بس کی شمع مزار بن کر جلیں یا کسی رئیس کے گھر میں خوبصورت فانوسوں کی شکل میں نور افشانی کریں دل کے چراغ تو اس قسم کی کسی صورتحال سے عہدہ برآ نہیں ہوتے، ان پر جلنے بجھنے کی منزل نہیں آ سکی۔

شعر 3

نازک تھے کہیں رنگِ گل و بوئے سمن سے
جذبات کہ آداب کے سانچے میں ڈھلے ہیں

مفہوم:

میرے جذبات پھولوں سے زیادہ نازک و حسین ہیں لیکن یہ حدِ ادب کے سانچے میں ڈھلے ہیں۔

تشریح:

اداؔ جعفری معروف غزل گو شاعرہ ہیں۔ وہ جدید لہجے میں غمِ جاناں اور غمِ دوراں کو منظوم کرتی ہیں۔

زیرِ تشریح شعر میں اداؔ جعفری عشق میں ادب واحترام کو روحِ جذبات قرار دیتے ہوئے کہتی ہیں کہ میرے جذبات میں پھولوں کی خوشبو، خوبصورتی اور نزاکت تھی۔ جیسے گلاب کے سُرخ پھول، خوش رنگ اور نازک محسوس ہوتے ہیں اور چنبیلی کی خوشبو بھینی بھینی اور معطر کر دینے والی ہوتی ہے اسی طرح میرے جذبات بھی نزاکت اور رعنائی رکھتے تھے۔ لیکن جب سے یہ آداب کے سانچے میں ڈھلے، انہیں اپنی حدود و قیود کا پتا چلا۔ اب یہ محدود ہو گئے ہیں۔ میرے جذبات بہت ہی نرم نازک ہیں لیکن ان کی حد ہے، ادب کی حد۔ اسی حد کے پابند ہو کر ان میں توازن پیدا ہو گیا ہے اور دراصل ان کی نزاکت اور بڑھ گئی ہے۔ بقول علامہ اقبالؒ:

خموش اے دل! بھری محفل میں چلانا نہیں اچھا

ادب پہلا قرینہ ہے محبت کے قرینوں میں

شاعرہ کہتی ہے کہ ہم بھی محبت کے جذبات سے لبریز ہیں۔ ہمارے جذبات گُلوں کی خوبصورتی ورعنائی اور چنبیلی کی خوشبو کی مانند پذیرائی کے خواص رکھتے ہیں۔ جوشِ محبت، سوزِ دروں اگر آشکار ہو جائے تو زمانے بھر میں پذیرائی حاصل کرے لیکن ہمیں پتا ہے کہ ہر کام کے آداب کیا ہیں۔ انسان جس سے محبت کرتا ہے اس کی رسوائی نہیں چاہتا۔ اس کو سرِ محفل ہدفِ تنقید بنانے کا موقع نہیں دیتا۔ اسی لیے ہم نے اپنے جذبات کو حدِ ادب سے باہر نہیں نکلنے دیا بلکہ انہیں شائستگی اور آداب کے دائرے میں رکھا ہے۔

دیکھنا بھی تو انہیں دور سے دیکھا کرنا

شیوہ عشق نہیں حسن کو رُسوا کرنا

شعر4

تھے کتنے ستارے کہ سرِ شام ہی ڈوبے

ہنگامِ سحر کتنے ہی خورشید ڈھلے ہیں

مفہوم:

ستاروں جیسے بہت سے لوگ آغاز زندگی میں ہی فوت ہو گئے، بہت سے سورج جیسے لوگ دمِ صبح ہی عدم کو چلے گئے۔

تشریح:

اداؔ جعفری معروف غزل گو شاعرہ ہیں۔ وہ جدید لہجے میں غمِ جاناں اور غمِ دوراں کو منظوم کرتی ہیں۔

زیرِ تشریح شعر میں وہ کہتی ہیں کہ آسمان کے دامن میں بے شمار ستارے ایسے ہوتے ہیں جنہیں چمکنا نصیب نہیں ہوتا اور وہ شام ہوتے ہی ڈوب جاتے ہیں اور اسی طرح کئی سورج صبح ہوتے ہی ڈھل جاتے ہیں۔ یہ دنیا فانی اور موت برحق ہے۔ موت نہایت ظالم اور بے رحم ہے۔ وقت کسی کا ساتھ نہیں دیتا۔ کتنے ستارے ایسے ہیں جنہوں نے اپنی پوری آب وتاب سے چمکنا تھا۔ اس دنیا کی خوبصورتی سے لطف اٹھانا تھا۔ مگر وہ محروم رہ گئے موت کسی کی پرواہ نہیں کرتی۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے کہ

ترجمہ: "ہر ذی نفس کو موت کا ذائقہ چکھنا ہے"۔

اسی طرح سورج جس نے تمام دنیا کو منّور کرنا تھا صبح کے وقت ہی ڈھل گیا۔

زندگی کا بھروسا ہی کیا اک چھلکتا ہوا جام ہے

زندگی! زندگی! موت کا دوسرا نام ہے

اس شعر کا لُبّ لباب یہ ہے کہ وقت نے کسی کا ساتھ نہیں دیا۔ بہت سے ایسے بچے جنہوں نے دنیا کی خوبصورتی اور رونق سے لطف اٹھانا تھا کم عمری میں اپنے خالق حقیقی سے جا ملے اور بہت سے جوان جنہوں نے ملک کی بھاگ دوڑ سنبھالنی تھی انہیں بھی موت نے مہلت نہ دی۔

حیات عجب مرحلہ بے ثبات ہے

ہر اک ذی روح کو آخر ممات ہے

شاعرہ کہہ رہی ہے کہ ایسے کتنے ہی ستارے تھے جو اپنی روشنی پھیلانے سے قبل ہی ڈوب گئے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ تاریکی بڑھ گئی اور اس گہری تاریکی سے سحر کے وقت کتنے سورج اپنی پوری آب و تاب سے طلوع ہوئے۔ قاعدہ ہے کہ رات جتنی زیادہ گہری اور تاریک ہو گی، سورج کی روشنی اس قدر چمکدار اور تابناک ہو گی۔ لہذا وہ ستارے جو شام کے وقت ہی ڈوب گئے ان کے غروب ہونے سے کئی سورج نکلے اور ہر سو روشنی پھیل گئی۔

شعر 5

جو جھیل گئے ہنس کے کڑی دھوپ کے تیور

تاروں کی خنک چھاؤں میں وہ لوگ جلے ہیں

مفہوم:

جنہوں نے کڑا وقت ہنس کر جھیل لیا تھا اور اسے اچھے وقت میں بدل دیا تھا۔ جب اچھا وقت آیا تو ان کی قسمت میں جلنا کڑھنا لکھا تھا۔

تشریح:

ادا جعفری معروف غزل گو شاعرہ ہیں۔ وہ جدید لہجے میں غمِ جاناں اور غمِ دوراں کو منظوم کرتی ہیں۔ زیرِ تشریح شعر میں وہ کہتی ہیں کہ انسانی فطرت ہے کہ وہ غیروں کے ظلم و ستم کو تو برداشت کر لیتا ہے لیکن اپنوں کی بے رُخی اسے مار دیتی ہے۔

اس شعر میں انسانی فطرت کی عکاسی کی گئی ہے کہ غیروں کا ظلم و ستم انسان ہنس کر برداشت کر لیتا ہے لیکن اپنوں کی تھوڑی سی بے مروتی بھی اس کی جان لے لیتی ہے۔ یوں انسان کڑی دھوپ میں تو سفر کر سکتا ہے مگر ٹھنڈی چھاؤں میں سفر کرنا اس کی برداشت سے باہر ہے۔ اسی طرح غیروں کے تیر اور تلوار بھی اتنا زخمی نہیں کر سکتے جو اپنوں کی زبان کر سکتی ہے۔

دنیا ہزار ظلم کرے اس کا غم نہیں

مارا جو تو نے پھول وہ پتھر سے کم نہیں

ادا جعفری محبوب کی بے مروتی اور بے وفائی کا تذکرہ کرتے ہوئے کہتی ہیں کہ اہلِ وفا نے آزمائش کے ہر کڑے وقت میں وفا کی، ساتھ نبھایا اور مشکلات سے نکلنے میں پورا ساتھ دیا۔ مگر جب محبوب کو کامیابی و آسودگی نصیب ہوئی تو اُس نے سب احسانات کو بھلا دیا۔ اُسے وفائیں یاد نہ رہیں۔ وہ نئے دور کا راہرو ہو گیا اور اُسے نئے دور کی ہوا لگ گئی۔ چنانچہ وہ اہلِ وفا جو ساتھ نبھانے میں ثابت قدم رہے اُن کی قسمت میں جلنا اور کُڑھنا رہ گیا۔

انہوں نے کڑی دھوپ کے تیور تو محبوب کی خاطر ہنس کر برداشت کیے تھے لیکن اب اس وفا کا صلہ رونے کے سوا کچھ نہیں۔

شاعرہ کہہ رہی ہے کہ وہ دلیر اور بہادر حوصلہ مند لوگ جنہوں نے زمانے کی تیز دھوپ کا مقابلہ بڑے حوصلے، عزم و استقلال سے کیا ٹھنڈی چھاؤں میں انہیں جلنے اور سُلگنے کا احساس ہوتا ہے۔

شعر 6

اک شمع بجھائی تو کئی اور جلالیں

ہم گردش دوراں سے بڑی چال چلے ہیں

مفہوم:

اگر زمانہ ایک شمع بجھائے گا تو کئی اور جلالیں گے۔ زمانہ بڑا چال باز ہے لیکن ہم اس سے زیادہ باہمت اور چالاک ہیں۔

تشریح:

ادا جعفری معروف غزل گو شاعرہ ہیں۔ وہ جدید لہجے میں غم جاناں اور غم دوراں کو منظوم کرتی ہیں۔ زیر تشریح شعر میں وہ کہتی ہیں کہ زمانے نے تو بہت کوشش کی کہ وہ ہمیں اندھیرے میں رکھے مگر ہم نے بھی چال چلی کہ اس نے ایک شمع چھین لی تو ہم نے دوسری جلالی۔

شاعروں کی نظر میں آسمان اور زمانے کی گردش ان کے سب سے بڑے دشمن ہیں۔ زمانہ ظالم اور مکار ہے وہ ہمارے حوصلے پست کرنا چاہتا ہے۔ گردش دوراں ہمیں شکست دینا چاہتی ہے مگر ہم بھی بڑے چالاک ہیں ہم زمانے کی ہر چال کو سمجھتے ہیں۔ زمانے نے اگر ہماری امید کی ایک شمع بجھائی تو ہم نے امید کی نئی شمع سینے میں روشن کی۔ زمانے میں ہمارا ایک راستہ بند کیا تو ہم نے دوسرا راستہ تلاش کر لیا۔ زمانہ ہمیں پریشانیوں اور مصائب میں مبتلا کرنا چاہتا ہے لیکن ہم ہمت ہارنے والے نہیں۔ ہم خوشی کی ہلکی سی رمق پا کر ہر غم بھول جاتے ہیں اور پھر سے نئے غم سہنے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ غم سہنے میں بھی قدرت نے ایک مزہ رکھا ہے۔

ان آبلوں سے پاؤں کے گھبرا گیا تھا میں
جی خوش ہوا ہے راہ کو پُر خار دیکھ کر

زندگی میں دوست بھی ہوتے ہیں اور دشمن بھی۔ کامیابی اور ترقی کی طرف بڑھتے دیکھ کر دشمن تو جلتے ہی ہیں، اپنے بھی جلتے ہیں۔ محبت ہو یا کوئی اور منزل، حاسد کامیابی ہضم نہیں کر پاتے۔ چنانچہ طرح طرح کی رکاوٹیں کھڑی کرتے ہیں۔ شاعرہ کہتی ہے کہ حاسدین لاکھ برا چاہیں ہم ان کے روکنے سے رکنے والے نہیں وہ اگر ایک راہ مسدود کریں گے ہم اور راستے تلاش کر لیں گے اور منزل تک پہنچ کر دم لیں گے۔ پانی کی گزر گاہ تنگ کی جائے تو اس میں طغیانی آتی ہے۔ زمانہ رکاوٹیں کھڑی کر کے ہماری جدوجہد کو مہمیز کرتا ہے۔ وہ عیار ہے تو ہم اس سے زیادہ عیار ہیں۔ وہ ایک طرف سے رکاوٹ ڈالے گا ہم کسی اور طرف سے مقصود حاصل کر لیں گے۔ وہ ایک راہ کی شمع بجھا کر راستہ تاریک کرے گا ہم اور راہوں پر شمعیں جلا کر سفر جاری رکھیں گے۔ حوصلوں اور جذبوں کو سازشوں سے شکست نہیں دی جاسکتی۔ اے گردشِ دوراں! ہم ناقابل شکست ہیں!!

"ایک آدمی تباہ تو ہو سکتا ہے
لیکن اسے شکست نہیں دی جاسکتی" (ہیمنگوے)

پاتے نہیں جب راہ تو چڑھ جاتے ہیں نالے
رکتی ہے میری طبع تو ہوتی ہے رواں اور (غالبؔ)